Social Realism In Azad Mahdi's Novel "Peru"

آزاد مہدی کے ناول "پیرو" میں سماجی حقیقت نگاری

Arsalan Ahmad*[1]
M.Phil Scholar, Department of Urdu, Islamia University Bahawalpur
Zunaira Saddique*[2]
M.Phil Scholar, Department of Urdu, Woman University Multan.

1 *ارسلان احمد

ایم فل اسکالر، شعبہ اردو، اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاولپور

2 *زنیرہ صدیق

ایم فل اسکالر، شعبہ اردو، ویمن یونی ورسٹی، ملتان

Correspondance: arslanmalik1610130@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 27-01-2025
Accepted:27-03-2025
Online:28-03-2025

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: The literature written in each period reflects this covenant and society. When a creator in literature describes the bitterness and facts of society, it is called social realism. Literature is written out of the regional and geographical boundary of society.Azad Mahdi's novel "Peru" is also a masterpiece written in the background of the same social realism. The novelist has highlighted the hidden problems of his society. Along with this, he has also tried to present solutions to these problems through this novel.

KEYWORDS: literature, society, social realism, geographical boundary, Peru, Azad Mahdi.

سماج کیا ہے؟ سماجی حقیقت نگاری سے کیا مراد ہے؟ سماج دراصل ایک ایسے نظام کا نام ہے جس میں مختلف لوگ آپس کے میل جول اور باہمی روابط سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ سماج میں مختلف افراد تہذیب و ثقافت، قوانین اور مختلف امور کے تعلقات سے زندگی گزارنے کا شعور حاصل کرتے ہیں۔ اگر سماج کی بابت بات کی جائے تو یہ کسی طور جامد نہیں رہتا بلکہ حالات اور وقت کے ساتھ اس میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن کچھ سماج اپنی روایات کو لے کر خاصے سخت گیر موقف رکھتے ہیں۔ وہ اپنی اقدار اور روایات کی پاسداری کرتے ہیں۔ سماج میں حقیقت نگاری سے کیا مراد لیا جاتا ہے؟ اس کا سادہ سا جواب ہے کہ ایک حقیقت نگار ادیب سماج اور معاشرے کے بہت سے قبیح اور شرم ناک پہلوؤں کی عکاسی اپنے الفاظ کے ذریعے کرتا ہے۔ سماجی حقیقت نگاری کو عموماً رومانویت کے مغائر سمجھا جاتا ہے۔ اِس میں زندگی کی حقیقی تصویر کو نمایاں کیا جاتا ہے۔ جب کسی بھی زبان کے ادب کی بات ہوتی ہے تو ادب کو ہمیشہ زندگی کا پرتو سمجھا جاتا ہے اور ہر عہد کا ادب ہمیشہ سے اپنے دور کی کہانی کو بیان کرتا آیا ہے۔ یہ ناصرف سماجی حقیقت نگاری کو سامنے لانے کا ایک ذریعہ ہے بلکہ یہ اس عہد کی سیاسی، سماجی، تہذیبی اور جغرافیائی حد بندی کو بھی بیان کرتا ہے۔

ادب اور سماج یا معاشرے کا روزِ اول سے چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ ہم ان دونوں کو الگ نہیں کر سکتے۔ ایک اچھا اور معیاری ادب سماج سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ عمدہ اور اعلیٰ ادب شعوری یا غیر شعوری، فطری یا غیر فطری طور پر زندگی حقیقت اور ان سے وابستہ مختلف زاویوں کو بیان کرتا ہے۔

> ''ادب ایک ایسا سماجی عمل ہے جو زبان اور تخلیق کے حوالے سے بلواسط طور
> پر زندگی معاشرے اور عوام کو متاثر کرتا ہے۔''(1)

درج بالا اقتباس سے ظاہر ہے کہ زیست کے تمام چیزوں پر سماج اور اس کے عوامل کا بڑا گہرا اثر ہے۔ شاید یہی وجہ ٹھہری کہ تخلیقی کام کے دوران سماجی شعور کارفرما رہتا ہے۔ کوئی بھی فن کار اپنے زمانے کے سماج سے منہ پھیر کر اچھا ادب تخلیق نہیں کر سکتا۔ جب اس کائنات کو تخلیق کیا گیا اور اس کی ابداع کے بعد انسان کو بطور اشرف المخلوقات بنا کر بھیجا گیا تو اس نے سماج کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ فطری طور پر انسان اس کائنات میں آزاد تھا۔ لیکن اس کرہ ارض کے کچھ باسیوں نے اس آزادی پر تسلط جمانے کی سعی کی اور انسانوں کے حقوق کو سلب کرنے کی ٹھانی۔ ایک معاشرہ یا سماج اپنے بنیادی حقوق کی بناء پر کامیاب ہوتا ہے۔ اس طرح ان حقوق کی پاسداری کرتے ہوئے سماج ترقی کے زینے طے کرتا چلا جاتا ہے۔ لیکن کچھ ناسور یا شر پسند عناصر اس بات کو قبول نہیں کرتے۔ اس طرح سماج جو حقوق کا علمبردار ہوتا ہے دو حصوں میں منقسم ہو جاتا ہے۔ یہ دو طبقے حاکم و محکوم، جابر و مجبور اور آقا و غلام جیسے حصوں میں بٹ جاتا ہے۔

ایک فن کار اپنی تخلیق کردہ تحریر کے ذریعے زندگی اور سماج و معاشرے کی عکاسی کرتا ہے۔ ایک ادیب اپنے الفاظ کی جادوگری سے سماج میں موجود افراد کو ان کی سماجی حقیقت سے روشناس کرانے کی انتھک کوشش کرتا ہے تاکہ فرد اپنی سماجی حقیقت کو جان سکے۔ اس طرح ایک ادیب اپنی تخلیقات کے ذریعے معاشرے کی کھوئی ہوئی قدر کو بلند کرتا ہے۔

''جدید ادب زندگی کی مصوری اور تنقید کرتا ہے جو رہبری اور رہنمائی کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔اس کے بعد اس کو محض خیالی، سطحی یا معمولی ادب سمجھنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ حیاتِ انسانی کی اہم ترین گھتیاں اس میں سلجھائی جاتی ہیں نفسیات کے پیچیدہ معمے بھی اس میں حل ہو جاتے ہیں۔ امنگوں اور خواہشوں کے متصادم و متضاد طوفان یہیں اٹھتے اور ختم ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔انسان جو کچھ ہے وہ یہیں نظر آتا ہے''۔(۲)

اردو ناول نے آغاز سے ہی داستانی مافوق الفطرت عناصر سے الگ ہو کر اپنی الگ دنیا کا تعین کیا۔ دیو، پری جیسے کرداروں سے نکل کر ناول نے عام زندگی اور اس زندگی سے منسلک سماجی حقیقت اور کرداروں کو جگہ دی۔ وقت کے ساتھ ساتھ ناول کی دنیا نے محض جمالیاتی تشفی کی بجائے معاشرے کا حامی بن کر سامنے آیا۔ ناول میں سماجی حقیقت نگاری کو بہت اہمیت دی گئی۔ جس سے ایک نیا اسلوب متعارف ہوا۔اردو ناول کی دنیا میں بڑے بڑے ادیبوں جیسے منشی پریم چند، عصمت چغتائی، ممتاز مفتی اور قرۃ العین حیدر نے سماجی حقیقت نگاری کو اپنے ناولوں میں خاص جگہ دی۔ وہیں پر عصر حاضر کا ایک اہم نام آزاد مہدی کا بھی ہے۔ آزاد مہدی اپنے خاص اسلوب اور منفرد موضوعات کے سبب اپنی الگ پہچان رکھتے ہیں۔ وہ اپنی تحریروں میں بے باکی اور جرات مندانہ فکر کے سبب جانے جاتے ہیں۔ وہ اپنی تخلیقات میں زیادہ تر فرد اور معاشرتی رویوں کو موضوع بنا کر پیش کرتے ہیں۔ وہ جس سماج کا حصہ ہیں اس سماج کا انھیں مکمل طور پر ادراک حاصل ہے۔ وہ ان تمام چیزوں کو مکمل جزئیات کے ساتھ پیش کرنے کے فن سے بخوبی واقف ہیں۔ ''ایک فن کی زندگی''، ''میرے لوگ''، ''دلال'' اور اس مسافر خانے میں'' جیسی تخلیقات سے ادب میں اپنی جگہ بنانے والے آزاد مہدی کا نیا ناول ''پیرو'' ۲۰۲۴ء کو شائع ہوا۔

یہ ناول شائع ہوتے ہی متنازع ہو گیا۔ سماجی تلخیوں اور حقائق پر مبنی چیزوں کو بیان کرنے کے سبب یہ معاشرے کی آنکھ میں چبھ رہا ہے۔ یہ ناول اپنی نوعیت کا الگ اور انفرادی ناول ہے جس کے سبب ایک ہجوم نے آزاد مہدی کے گھر پر یورش کی اور بیشتر کاپیاں جلادی گئی۔ آزاد مہدی کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ اپنے ارد گرد کی کہانیوں کو فکشن کی دنیا میں لا کر امر کر دیتا ہے۔ وہ اپنے ارد گرد بسے لوگوں کو کردار کی صورت ڈھال کر اپنی کہانی کا حصہ بنا دیتا ہے۔ تبصرہ نگار رشی خان لکھتے ہیں۔

''جو لوگ آزاد مہدی کو جانتے ہیں، بڑی آسانی سے اس غلط فہمی کا شکار ہو سکتے ہیں کہ اس ناول کا کردار شاہد خود ناول نگار ہی ہے۔اُس پر جو کچھ بیت رہی ہے وہ دراصل تخلیق کار خود جی چکا ہے۔ یہی اس فکشن نگار کی بڑی کامیابی ہے کہ اس کردار کو تضحیک کا نشانہ بنا کر ہمارے معاشرتی المیے کے ان پہلوؤں کی نشاندہی کر دی گئی ہے جنھیں عام طور پر کبھی اہمیت نہیں

دیتے۔ حتیٰ کہ ایسی کسی ٹریجڈی کا حصہ بن کر بھی، وجوہات کی جڑوں تک
رسائی حاصل نہیں کر پاتے۔''(۳)

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ ایک تخلیق کار جب اپنی کہانی کی حقیقت کو سماج سے جوڑتا ہے تو اس میں ہر نوعیت کا کردار ہمارے سامنے ضرور آتا ہے۔ وہ کردار منفی بھی ہو سکتے ہیں اور مثبت بھی۔ لیکن مصنف کا مقصد صرف اس سماج یا معاشرے کی اصل حقیقت کو بیان کرنا ہوتا ہے۔ قاری کو اس معاشرے سے روشناس کرانے کی کوشش کرتا ہے۔ آزاد مہدی کا ناول ''پیرو'' بھی اسی روایت کی عمدہ مثال ہے۔ اگر اُن کو عصرِ حاضر کا سماجی ترجمان قرار دیا جائے تو شاید غلط نہ ہوگا۔ انھوں نے اپنی کہانیوں میں سماج اور اس سماج کے کرداروں کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔ وہ اپنے سماج میں چھپے ہوئے گھناونے اور مشکوک طریق پر تنقید کرتے ہیں ساتھ اصلاح کی ہر ممکن کوشش بھی کرتے ہیں۔

اس ناول کے بیشتر کردار ہمیں اپنے ارد گرد چلتے پھرتے نظر ضرور آتے ہیں۔ ہمارے اس معاشرے میں موجود ہر کردار اپنی اپنی بساط اور قوت کے ساتھ زندگی گزار رہا ہے۔ بعض اوقات یہ قوت اور بساط اپنی حد سے بڑھ جاتی ہے۔ جس سے سماج کی تشکیل میں دراڑ آنا شروع ہو جاتی ہے۔ اس ناول کا مرکزی کردار اپنی کہانی کو خود بیان کرتا چلا جاتا ہے۔ اس کی بڑی بیٹی کے رشتے کے لیے جب کوئی آتا ہے تو وہ بازار سے بہت سے لوازمات اکٹھے کرنے کی تگ ودو کرتا رہتا ہے۔ لیکن اس کی بیٹی کا رشتہ معاشرتی روایات کی پاسداری نہ کرنے کے سبب نہیں ہو پاتا۔ جب بھی کوئی وچولن پیرو کے گھر رشتہ دیکھنے آتی اس وقت ایک باپ کی کیفیت کیا ہوتی ہے، اس کو ناول نگار نے بڑی خوب صورتی سے بیان کیا ہے۔

''انہیں دنیا کی کوئی چیز اتنی تیز رفتار نہیں لگتی جتنی کہ یہ آگ کا گولا جوان کی
ادائیگی کے وعدوں کو آنکھ جھپکتے ہی سامنے لے کر آتا ہے۔ کروٹوں سے اس
کا بدن تھک چکا تھا، آنکھیں مسلسل جاگنے سے سرخ ہو گئی تھیں اور درد
کرنے لگی تھیں۔ لیکن وچولوں کے آنے کی خوشی کا خیال اسے طاقت دیئے
ہوئے تھا ایک خیال سے دوسرا خیال پیدا ہو جاتا اور اس کا منظر فلم کے پردے
کی طرح دکھائی دینے لگا''۔(۴)

آزاد مہدی، سماج میں دو کردار عورت اور مرد کی باہمی مجامعت کو حقیقت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اس ناول کا مرکزی کردار پیر بخش عرف پیرو اپنے ساتھ ہونے والے ناخوشگوار واقعات کو یاد کرتے ہوئے رنجیدہ ہو جاتا ہے۔ پیرو کے گھر جب بار بار لوگ آ کر اس کی بیٹی کو دیکھ کر چلے جاتے ہیں تب وہ داماد کی تلاش میں ریلوے اسٹیشن چلا جاتا ہے۔ وہ سماجی مسائل میں گھرا ایک نفسیاتی مریض بن جاتا ہے۔ یہ کہانی دراصل پیرو کی ایک احساساتی کہانی ہے۔ یہ ایک ایسا احساس یا جذبہ ہوتا ہے جو کہ اس کردار کی داخلی کیفیت کو بیان کرتا ہے۔

''ناکامیوں کے ستائے ہوئے جنون نے ایک روز اسے عجیب سی صلاح دی کہ
آنے والوں کی طرف خود چل پڑے۔ وہ ہر گاڑی کا ٹکٹ خریدتا، ڈبے کے

پائیدان تک جاتا لیکن سوار نہ ہوتا اور گاڑی کے چلنے پر اِدھر اُدھر کھسک جاتا۔
باور یہ کراتا بیٹی کے سسرال والوں سے میل ملاقات کے سلسلے جاری ہیں اور
آنا جانا لگا ہوا ہے۔''(۵)

کسی بھی فن کار کی طرف سے تخلیق کردہ فن پارے میں بہت سے کردار اس کہانی کو مزید آگے کر چلتے ہیں۔اس ناول کے کردار اس سماج کا حصہ ہیں جہاں ناانصافیوں کا دور دورا ہے۔وہ سماج جہاں ہر فرد کے رستے میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں۔تاکہ وہ فرد کبھی اپنے اختیار باہر ہی نہ نکل پائے۔اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟کیا یہ ہمارے سماج کے مکروہ چہرے نہیں ہے؟جو سماج کو غلط نظریات کے تحت دیکھتے ہیں۔ہمارے سماج کی ایک تلخ حقیقت یہ بھی ہے کہ ہم اپنی ذات کی تسکین کے لیے دوسروں کو اذیت دیتے ہیں۔اپنے دکھ کا مداوا ہمیں دوسروں کی تکلیف میں نظر آتا ہے۔یہ ناول بھی اسی تلخ حقیقت کی طرف توجہ دلاتا ہے تاکہ قاری سماج کے ان ناسور کرداروں کی پہچان کر سکے۔ناول نگار اس سماج کی اِن فرسودہ روایات کو ماننے سے انکاری ہے۔وہ انسانیت کی تذلیل کو سماج کا مکروہ فعل تصور کرتا ہے۔اس ناول کے مرکزی کردار پیرو کے ساتھ بھی ایسا ہوتا ہے۔جب وہ ریلوے اسٹیشن پر امداد کی تلاش میں ہوتا ہے تب وہاں کا ایک مخصوص طبقہ اس کی تذلیل کرتا نظر آتا ہے۔

''وہ کچھ دیر خواب اور حقیقت کے درمیان رہا جب آنکھ کھلی تو اس کا دوسرا بازو دوسرے سپاہی کے ہاتھ میں تھا۔ اُن کی آواز سے اندازہ ہوا کہ ''وہی ہیں''۔آنکھیں ملنے کے لیے اُس کے پاس ہاتھ نہیں تھے کیونکہ وہ اُن کے ہاتھوں میں چلے گئے تھے۔وہ اس کو لات پر لات مارے جا رہے تھے۔
''یہ لاتیں ہی ماریں گے کیونکہ ان کا پیشہ و بھی لات ہی مارتا تھا۔''اس نے دل میں کہا: پھر دونوں نے بازو چھوڑ دیئے اور آگے پیچھے سے لاتیں مارنے لگے۔''میرا جرم کیا ہے؟''(۶)

یہ کہانی قاری کے لیے بہت سے سوال پیدا کرتی ہے۔ان گنت سوال ہیں جو کہ کہانی پڑھنے کے بعد قاری کے ذہن میں آتے ہیں۔کیا معاشرے میں اکیلے فرد کی کوئی وقعت نہیں؟کیا وہ سماجی روایات سے ہٹ کر نہیں سوچ سکتا؟کیا فردِ واحد سماج میں تبدیلی نہیں لا سکتا؟یہ ایسے سوالات ہیں جو آزاد مہدی اپنے قارئین کے لیے پیدا کرتا ہے۔ناول نگار نے سماجی حقیقت نگاری کو مضبوط پلاٹ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ان کا لکھا گیا ایک ایک لفظ ہمارے سماج کی تلخیوں کو بیان کرتا ہے۔ جب کوئی ناول نگار کہانی کی بنت کو شروع کرتا ہے تب اس کے سامنے چھوٹے چھوٹے بہت سے بیانیے موجود ہوتے ہیں۔وہ ان چھوٹے چھوٹے بیانیوں کو ملا کر ایک نیا اور منفرد بیانیہ تشکیل دیتا ہے۔یہ ایسا بیانیہ ہوتا ہے جو کہ اُس سماج یا معاشرے کی بھیانک تصویر کو قاری کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔آزاد مہدی نے اپنے ناول میں سماجی حقیقت نگاری کو جس خوب صورتی سے اجاگر کیا ہے وہ صرف ان ہی کا خاصہ ہے۔

''ہمارے جیسے معاشرے میں سماجی حیثیت اُن لوگوں کی مستحکم ہوتی ہے جنہیں روحانی چھتر چھایا میسر ہو۔ پھر مذہبی طور پر ان کی چیلوں، زلفوں، سبز لباس اور سیاہ چغوں کی نقلیں پسند کی جانے لگتی ہیں۔ اس سوانگ بھری روحانیت سے جو تقدس حاصل ہوتا ہے اس کے بوجھ سے ان کا حریف خود بخود ذلت کے گھڑے میں اتر جاتا ہے۔''(۷)

آزاد مہدی کے اس ناول میں موجود موضوعات پر بات کریں تو انھوں نے معاشرے کے بہت متنوع موضوعات پر خامہ فرسائی کی ہے۔اس ناول کے مرکزی کردار میں جہاں اس کی اپنی نفسیات اور داخلیت کا بڑا حصہ ہے وہیں پر خارجی عوامل کو بھی بڑی چابک دستی سے بیان کیا گیا ہے۔ سماجی احیاء اور معاشرتی ڈھانچے کی کہانی بھی اس ناول کا حصہ ہے۔

''سماج ایسے افراد کا مجموعہ ہے جو اشتراکی عمل کے لیے یکجا ہوتے ہیں۔ ان افراد کا مقصد یکساں ہونا ناگزیر ہے۔ ہر فرد کی مادی ضرورت کم و بیش ایک جیسی ہوتی ہے۔''(۸)

اس سماج کی جب بنیاد رکھی گئی تھی مقصد باہمی مجامعت اور روابط کا رکھنا تھا۔ لیکن وقت کے ساتھ غرض نے اس سماج کو اپنا اصلی چہرہ دکھا دیا۔ آزاد مہدی ایک سچے، کھرے اور سلجھے ہوئے ادیب ہیں۔ وہ جس سماج کا حصہ ہیں اس کو اپنی کہانی میں متحرک کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے ناول پیرو میں مختلف المیوں کی بابت سوال اٹھاتے ہیں۔ جب کوئی فرد اپنے داخل میں چھپے غم کو سماج کے سامنے رکھتا ہے تو کیا سماج اس دکھ کا مداوا نہیں کر سکتا؟ یقیناً وہ چاہے تو کر سکتا ہے۔ لیکن یہاں پر ایک امید بھی پیرو کے ساتھ ساتھ چلتی ہے تو سماجی رویوں کے سبب ناامیدی، مایوسی بھی قدم بہ قدم ساتھ چلتی رہتی ہے۔ ایسے حالات میں پیرو کا ریلوے اسٹیشن کی خریدی گئی ٹکٹوں اور ضرورت برائے رشتہ کے اشتہارات میں اپنی جنونی کیفیت کا مداوا نظر آتا ہے۔

''کچھ بھی سلامت نہیں! جلدی کرو۔۔۔!''اور اس کے پاس آ گیا۔ دونوں بازؤں کی گرد جھاڑنے کے بعد اس کے لب ہلے! دونوں نے اپنے کان اس کے منہ پر جھکا دیے۔
وہ کہہ رہا تھا ''میرے ٹکٹ۔۔۔!''اس کی جیبیں ٹٹولنے لگے جن میں بہت سارے ٹکٹ اور رشتے درکار ہیں کے تراشے ایک ساتھ برآمد ہوئے۔''(۹)

آزاد مہدی نے اپنے ناول ''پیرو'' کا مسالہ سماج اور اس سماج کے مختلف کرداروں سے حاصل کیا ہے۔ ان کے ناول پیرو میں انسانی نفسیات کی تفاسیر ملیں گی۔ وہ انسانی زندگی کے نبض شناش ہیں۔ وہ فرد کے تضاداتی پہلوؤں اور ان کی

نفسیات کو بڑی خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں۔اس ناول کا ہر ایک کردار سماجی حقیقت نگاری کی عمدہ مثال ہے۔ہمارے سماج میں خوشامد، غرض اور منافقت بہت پھیل چکی ہے۔آزاد مہدی لکھتے ہیں۔

> ''واہ پیرو! بٹی بھی کیا چیز ہوتی ہے؟ کہ انسان اپنی انا کا سر بھی قلم کر دیتا ہے۔
> انسپکٹر صفحہ کے دوسری جانب یہ نسخہ لکھنے لگا جس کی ترکیب یوں تھی۔
> پانچ چمچ خوشامد
> چھ چمچ مفاد
> منافقت حسب ضرورت
> ایک چمچ بے غیرتی
> پیرو کی روح زمینی نہیں تھی آسمانی تھی اس لیے اس نسخہ کا ہر لفظ اس کے قتل کا حکم رکھتا تھا۔''(۱۰)

ایک فرد سے ہی سماج بنتا ہے اور سماج کسی بھی فرد کے حقیقی مسائل اور ان سے منسلک پیچیدہ گھتیاں سلجھانے کا کام کرتا ہے۔ادب ان سماجی رویوں کو بطور موضوع استعمال میں لاتا ہے۔آزاد مہدی انہیں ادیبوں میں سے ایک ہیں جنھوں نے سماجی حقیقت نگاری کو اپنے ناول ''پیرو'' کا حصہ بنایا۔ان کا فن سماج کے عمیق مشاہدے کا ترجمان ہے۔جب وہ سماج کی تلخیوں کو بیان کرتے ہیں تو قاری بھی ان تلخیوں کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ پاتا۔ہمارے سماج میں سب سے زیادہ قدر اس کی، کی جاتی ہے جو سب سے بڑا منافق اور خوشامد پسند ہوگا۔یہ ہمارے معاشرے کا ایک کڑوا گھونٹ ہے جس کو پیے بغیر سماج کا حصہ نہیں بنا جا سکتا۔پیرو ناول میں ایک مقام پر جب کچھ بچے اخبار کے کچھ تراشوں کو جلا کر ہاتھ تاپ رہے تھے تب آزاد مہدی لکھتے ہیں۔

> ''شہ سرخیاں، وزیر خزانہ کا فوٹو سیاست دانوں کے مصافحے، اداکاروں کے چہرے اور لفظ جمہوریت کی ''ج'' جلدی سے جلنے لگی۔اس اثناء میں اسے ظفر اقبال کے قطعہ کے ساتھ ایک گداگر کی ٹانگ جلتے ہوئے دکھائی دی بولا ''خدا اس اشتراک سے بچائے''! ''ٹانگ اور قلم'' آگ میں ایک جیسا چیخ رہے ہیں۔جب کالم نویسوں کے جلتے ہوئے کالموں پر نظر پڑی تو فوراً دو قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا ''میں خوشامد کی آگ ہر گز نہ تاپوں گا۔''(۱۱)

اس طرح کے بیشتر جملے ہمیں ناول میں نظر آتے ہیں۔اِس طرح کے جملوں سے انسانی سائیکی اور افراد کے رویوں کے متعلق جاننے میں آسانی ہوتی ہے۔ناول نگار اپنے الفاظ کی کاٹ سے سماجی رویوں کی تشریح الگ ہی انداز میں کرتے ہیں۔معاشرتی دوغلے پن کو بھی ناول نگار نے سماجی حقیقت نگاری کی نظر سے کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

''جدید سوسائٹی کوئی بری چیز نہیں لیکن اس کی طرزِ زندگی میں ذہن کو اس حد تک وسعت دینا چاہیے کہ حمیت کے جوہر کو ٹھیس نہ پہنچے۔ لیکن یہ صفت بھی اب ناپید ہو گئی ہے۔ اس لیے ہمارے پاگل خانوں میں غیرت کے مریضوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ زیادہ تر دولت کا خسارہ اٹھانے والے، محرومی کا شکار اور محبت میں ناکامی کے صدمات سے وابستہ مریض ہیں۔ ہمیں تحلیل نفسی کرتے ہوئے غیرت کے مریضوں کو الگ شمار کرنا ہو گا تا کہ معلوم ہو سکے کہ وطنِ عزیز میں باضمیر ہونے کا تناسب کتنا رہ گیا ہے؟''(۱۲)

آزاد مہدی کا یہ ناول ہر لحاظ سے ایک منفرد اور اچھوتا ناول ہے۔ ناول نگار نے ہمارے سماج کی حقیقت کو ادب کی جمالیات کے ساتھ اس طرح مربوط کر کے کہ معاصر اردو ناول میں الگ مقام پیدا کر لیا ہے۔ اس ناول میں استعمال کی جانے والی زبان استعاراتی ہوتے ہوئے بھی قابل فہم ہے۔ یہ زندگی کے تجربات ان کے مسائل اور سماجی حقیقت نگاری پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ یہ ناول سماج کی ان چھپی ہوئی چیزوں پر آواز اٹھاتا ہے جو کہ سماج میں چھپے ہوئے چند عناصر کو شاید اچھی نہ لگے۔ اس ناول کی فنی خوبیاں، کرداروں کی پیش کش اور سب سے بڑھ کر اس کا سماجی حقیقت نگاری جیسے موضوع پر قلم اٹھانا اس کو ایک اہم ناول بنا دیتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ انور سدید، ڈاکٹر، اختلافات، لاہور: مکتبہ اردو زبان، ۱۹۷۵ء، ص: ۲۷

۲۔ سید احتشام حسین، ادب اور سماج، ممبئی: کتب پبلشرز لمیٹڈ، ۱۹۴۸ء، ص: ۳۹

۳۔ رشی خان، ''آزاد مہدی کا ناول ''پیرو'' میری نظر میں''، ہم سب

/humsub.com.pk.583659/rishi. khan. germany.45

۴۔ آزاد مہدی، پیرو، لاہور: کولاج پبلی کیشنز، ۲۰۲۴ء، ص: ۳۳

۵۔ ایضاً، ص: ۹۱

۶۔ ایضاً، ص: ۱۷۰

۷۔ ایضاً، ص: ۲۵

۸۔ اختر حسین رائے پوری، ادب اور انقلاب، حیدر آباد دکن: ادارہ اشاعت اردو، سن ندارد، ص: ۷

۹۔ آزاد مہدی، پیرو، لاہور: کولاج پبلی کیشنز، ۲۰۲۴ء، ص: ۱۷۴

۱۰۔ ایضاً، ص: ۱۵۴

۱۱۔ ایضاً، ص: ۹۰

۱۲۔ ایضاً، ص: ۷۱